(۲)

آج مملکتِ پاکستان جس مرحلے سے گذر رہی ہے، وہ ترکِ اختلافات کا مرحلہ ہے۔ تاریخ میں کبھی کبھی اسی طرح کے مرحلہ ہائے ایثار آتے ہیں، جب کہ تمام مفاد الگ رکھ دینے ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے تشخص کے میناروں کی چُنائی کا کام روک دینا پڑتا ہے اور وزارتوں، انتخابی نشستوں اور اختیارات بلا شرکتِ غیرے کے خواب فراموش کر دیے جاتے ہیں۔

خوش قسمت ہوتی ہے وہ قوم جس کے فکری، دینی اور سیاسی قائدین تاریخ کے بدلتے موسموں کو پہچانتے ہیں اور فضا کا رنگ دیکھ کر اندازہ کر لیتے ہیں کہ طوفانِ سموم آنے والا ہے یا ہوا کی ایک اشاراتی خوشبو سے سمجھ لیتے ہیں کہ بارانِ رحمت کی آمد آمد ہے، یا پرندوں کی غیر معمولی آوازوں اور جانوروں کی مضطربانہ حرکات سے نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ زلزلہ درپیش ہے۔ اسی طرح کے اہلِ بصیرت جہاں ہوں وہاں وہ بڑی آسانی سے حالات کے اُن مرحلوں کو جان لیتے ہیں جو ترکِ تشخص اور ایثارِ مفاد کے مرحلے ہوتے ہیں اور جبکہ خدمتِ ملک و ملت کی واحد راہ اتحاد و تعاون کی راہ ہوتی ہے۔ اور اگر اس کینڈے کے لوگ ہی کسی ملک میں نہ ملیں تو پھر ہر قسم کے بحران نمودار ہو سکتے ہیں اور دریائے وقت کا کوئی بھی جوار بھاٹا پورے سفینے کو ڈبو سکتا ہے۔

یہاں کچھ عجیب صورتِ حالات ہے۔ ۵ رجولائی ۱۹۷۷ء کو پاک فوج نے ہمیں پوری تاریخِ پاکستان کے سب سے زیادہ تاریک دَورِ قاہری و ساحری سے نجات دلائی[۱] ملک کے اکابر نے (باقی بر صفحہ ۴۵)

---

[۱] آج بعض سیاسی دانشور بڑے جمہوریت نواز بن کر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ہم فلاں صورت اس لیے اختیار نہیں کر سکتے کہ یہ تقاضائے جمہوریت کے خلاف ہے۔ اگر تقاضائے جمہوریت ہی کو اہمیت دی جاتی تو پھر کون سے جمہوری طریق سے آپ گذشتہ لاجمہوری دَور سے نجات پاتے۔ غالباً طرزِ فکر یہ ہے کہ جب کبھی غیر جمہوری طریق سے کام لینا ضروری ہو جائے تب تو کوئی اور قوت آکر اس کو ہمارے لیے سرانجام دے دے۔ اور جب وہ سرانجام دے لے تو آپ اس کے قریب سے یہ کہہ کر بھاگیں کہ ہم تو جمہوری لوگ ہیں۔ اور ان جمہوریوں میں وہ بھی ہیں جن کی نہ جماعت سازی اور رکن سازی کسی قرینے قاعدے سے ہوتی ہے۔ نہ لیڈر اور دیگر عہدہ داروں کے باضابطہ جمہوری (باقی بر صفحہ ۴۵)